میں اللہ کی حمد وثناء کی روایت اس طرح قائم کی کہ حسب ونسب اور قبیلہ وخاندان کے تکبر وغرور کے بت کو توڑ کر اللہ کی کبریائی کو بلند کیا موقع ومحل کی مناسبت سے خطبات کو دعوت وتبلیغ، مسلمانوں کی فلاح وصلاح، اتحاد ملی اور اخلاق حسنہ کی تاکید وتعمیل کا ذریعہ بنایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبات کو محاربات ومہمات اور عبرت ونصیحت کے لیے بھی استعمال کیا۔(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات فصاحت وبلاغت کے ایسے شاہکار ہوتے جو نہ طویل اور اکتا دینے والے (۶) ہوتے اور نہ اتنے مختصر کہ جس سے مدعا ومفہوم واضح نہ ہو سکے بلکہ ان میں اعتدال وتوازن ہوتا اور حلاوت وجاذبیت ہوتی جو آپ ﷺ کی صفت خاص، جوامع الکلم کے مصداق ہے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی روایت میں جو اصلاح و تبدیلی کی وہ اسلامی ادب کا سرمایہ افتخار اور طرز خاص ہے اور جس کی وسعت اور تنوع دینی وعلمی، تبلیغی واصلاحی اور سیاسی و قانونی ہے، معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارکہ میں خطبہ مجالس واجتماعات، جمعہ وعیدین، حج، نکاح اور فتوحات کے موقع پر تسبیح وتحلیل، غور وفکر، نصیحت کی تذکیر کا ایک ذریعہ بھی ہوتا تھا۔(۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ میں بھی خطبہ کی مذکورہ بیشتر اقسام مروج ومستعمل رہیں ان خطبات میں ''خطبہ خلافت'' کو خصوصی امتیاز حاصل ہے۔ جو بیعت عام کے بعد خلیفہ، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس موقع پر موجود امت کے اجتماع میں اپنے جذبات واحساسات اور مستقبل کا منشور ولائحہ عمل پیش کرتے یہ ایک ایسا امتیاز اور منفرد روایت جو آج تک اس طرح قائم ہے کہ حکمراں اور فرماں روا اپنے منصب کا حلف لینے کے بعد اپنی حکومت وسیاست کا آغاز قوم سے اپنے افتتاحی یا ابتدائی خطاب کے ذریعے سے کرتے ہیں جو بلا تخصیص اسلامی اور غیر اسلامی حکومت وسیاست کی ایک مستقل روایت بن چکی ہے اور اسلام کے سیاسی نظام کی اساس ہیں۔(۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ راشد سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خطبات خصوصی اہمیت کے حامل ہیں (۹) بالخصوص آپ کا خطبۂ خلافت۔

ہم زیر نظر مقالے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خطبہ خلافت کی اہمیت کا تفصیلی مطالعہ کریں گے۔

خطبۂ خلافت:

''لوگو! میں آپ پر حکمراں بنایا گیا ہوں حالانکہ میں آپ سب میں سے بہتر نہیں ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے یہ منصب اپنی مرضی اور خواہش سے حاصل نہیں کیا، نہ میں یہ چاہتا تھا کہ کسی دوسرے کے بجائے مجھے مل جائے۔ نہ میں نے کبھی خدا سے اس کے لیے دعا کی، نہ کبھی میرے دل میں اس کی حرص پیدا ہوئی، میں نے بادلِ ناخواستہ اس لیے قبول کیا ہے کہ مجھے مسلمانوں میں اختلاف اور عرب میں فتنۂ ارتداد کا اندیشہ تھا۔ میرے لیے اس منصب میں کوئی راحت نہیں ہے بلکہ یہ ایک عظیم بار ہے جو مجھ پر ڈال دیا گیا ہے جس کے اُٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے، الا یہ کہ اللہ میری مدد فرمائے۔ میں یہ چاہتا تھا کہ میرے بجائے کوئی اور یہ بار اُٹھالے اب بھی اگر آپ لوگ یہ چاہیں تو اصحاب

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کسی اور کو اس کام کے لیے چن لیں میری بیعت آپ کے راستے میں حائل نہ ہوگی۔ آپ لوگ اگر مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معیار پر جانچیں گے اور مجھ سے وہ توقعات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھتے تھے تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ وہ شیطان سے محفوظ تھے اور ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی اگر میں ٹھیک کام کروں تو میری مدد کیجئے اگر غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کر دیجئے! سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تمہارے درمیان جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے، یہاں تک کہ میں اُس کا حق دلواؤں اگر خدا چاہے، اور تم میں سے جو طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کروں اگر خدا چاہے، جو قوم اللہ کہ راہ میں جہاد چھوڑ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ذلت میں مبتلا کر دیتا اور جس قوم میں فواحش پھیل جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر مصائب نازل فرما دیتا ہے۔ میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں اگر میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت واجب نہیں۔ (۱۰) اٹھو نماز پڑھو، اللہ تم پر رحم فرمائے (۱۱)''

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ خطبہ خلافت معمولی کمی و بیشی کے ساتھ تاریخ کی تمام اہم اور مستند کتابوں، علامہ ابن جریر طبری کی تاریخ الامم والملوک، ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ، ابن ہشام کی السیرۃ النبویہ، شیخ علی المتقی کی کنز العمال اور ابن سعد کی طبقات میں مذکور ہے۔ حضرت ابوکر صدیق اکبرؓ کے خطبہ خلافت کی روشنی میں اسلامی سیاست اور قیادت سے متعلق درج ذیل اصول و نظریات اور اوصاف و شرائط مستنبط کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) عاجزی وانکساری......قیادت کا بنیادی وصف

حکومت و سیاست میں خرابی کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب حکمران غرور و تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور خود کو زمین پر خدا اور خلقِ خدا کو غلام سمجھنے لگتے ہیں جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ کبریائی اور بڑائی صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس کا کامل ادراک و شعور تھا اس لیے اپنے خطبہ کے افتتاحی کلمات کا آغاز ہی عاجزی وانکساری سے لبریز جذبات کے اظہار سے کیا یہ اظہار محض رسمی نہیں تھا بلکہ آپ کی فطرت اور تربیت کے عین مطابق تھا۔ عاجزی و انکساری غرور و تکبر کا تصور و احساس نفسیاتی طور پر قیادت کی فکر و عمل کو یکسر تبدیل کر دیتا ہے۔

(۲) مسند اقتدار اور منصب کی طلب سے احتراز

اسلامی سیاست و حکومت اور غیر اسلامی سیاست و حکومت میں اصولی اور بنیادی فرق ہے اسلامی سیاست میں جو چیز ناپسندیدہ اور ممنوع ہے وہ غیر اسلامی سیاست کا معیارِ مطلوب ہے اسلامی سیاست کی رو سے منصب اور مسند اقتدار کی طلب و حرص اور خواہش و کوشش نہ صرف ممنوع ہے بلکہ سب سے بڑی نا اہلی (Disqualification) ہے جبکہ غیر اسلامی طرز سیاست و حکومت کی اساس ہی مسند اقتدار اور حکومتی مناصب کی طلب اور حرص و ہوس پر قائم ہے (۱۲) اور اس کے حصول کے لیے کیا جتن ہیں جو نہیں کیے جاتے، دولت و طاقت کا استعمال ووٹوں کی خرید و فروخت، جھوٹ و فریب، الزامات و بہتان

تراشی عوام کو گمراہ کرنے جیسے تمام مکروہ ہتکھنڈے استعمال کیے جاتے ہیں۔ظاہر ہے اس تصور اور طریق پر قائم ہونے والی حکومت و سیاست امانت و دیانت، خلوص و خدمت کے اعلیٰ اصولوں سے عاری ہوگی۔(۱۳)

اسلام نے قیادت اور منصب کا جو تصور پیش کیا ہے اس کی رو سے یہ کوئی حق نہیں جس کے حصول کی کوشش کی جائے بلکہ یہ ایک امانت ہے اور دنیا و آخرت میں اس کی جواب دہی ہوگی۔تاہم کسی ضرورت کے تحت کسی انسان کو یہ منصب سپرد کر دیا جائے تو وہ فرار کے بجائے ایک امانت اور ذمہ داری سمجھ کر نبھائے۔(۱۴) اس تصور کا لازمی تقاضا ہے کہ اول تو اس سے احتراز کیا جائے اور دوم یہ کہ اگر یہ جمہور کی مرضی سے کسی کے سپرد کی جائے تو وہ اسے ایک امانت اور ذمہ داری اور جواب دہی کے احساس کے ساتھ نبھایا جائے چنانچہ احادیث میں اس کے حصول کو خیانت اور اس کی طلب کو خدا کی استعانت سے محرومی قرار دیا گیا ہے۔

''حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ دو آدمی میرے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک نے کہا کہ ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ ہمیں حکومت کے کسی منصب پر مقرر فرمائیں۔دوسرے نے بھی اسی قسم کی خواہش ظاہر کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ **ان اخونکم عندنا طلبه**۔ہمارے نزدیک تم میں سب سے بڑا خائن وہ ہے جو کوئی عہدہ طلب کرے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ **فلم یستعن بهما حتی مات**. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو کوئی کام سپرد نہیں کیا، یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی''۔(۱۵)

منصب و امارت کی طلب سے اجتناب کے حوالے سے حدیث میں ہے کہ:

> ''حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبدالرحمٰن بن سمرہ، امارت کے طالب نہ بنو، اگر یہ بن مانگے ملی تو اس کام میں خدا کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے گی اور اگر اس کو مانگ کر لو گے تو تم اس کے حوالے کر دیے جاؤ گے۔''(۱۶)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش ظاہر کی کہ انہیں کسی جگہ کی حکومت سونپ دی جائے اس پر آپؐ نے فرمایا:

> ''اے ابوذر! تم کمزور ہو، یہ (حکومت) ایک امانت ہے اور قیامت کے دن رسوائی اور پشیمانی، الا یہ کہ کوئی شخص برحق طریقے سے یہ امانت لے اور اس پر اس کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں انہیں ٹھیک ٹھیک ادا کرے''۔(۱۷)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خطبۂ خلافت میں ایک طرف منصب خلافت سے احتراز و اجتناب کا پوری قوت سے اظہار کیا تو دوسری طرف فتنہ ارتداد اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات کے خدشات کے پیش نظر اسے قبول کر کے، منصب حکومت کے اسلامی تصور کی روح کے مطابق پیروی کی منصب حکومت کا یہ تصور اسلامی حکومت و سیاست کی خشتِ اول ہے جس پر اسلامی سیاست کی عمارت قائم ہے۔

(۳) تنقید و احتساب کی حوصلہ افزائی

احتساب و تنقید، انفرادی بھی اور اجتماعی بھی وہ عمل ہے جو فرد اور معاشرے کو راہ راست پر قائم رکھتا ہے اگر کسی اجتماعیت میں یہ عمل مفقود ہو جائے تو وہ اضمحلال اور پھر زوال کا شکار ہو جاتی ہے۔

اسلامی ریاست کی کامیابی کی بنیاد یہ ہے کہ اس کی قیادت مختلف ذرائع سے لوگوں کو خوف زدہ کرنے کے بجائے ان کی حوصلہ افزائی کرتی رہے۔ ان کی کمزوریوں اور خامیوں کی نشاندہی کرے۔ تنقید و احتساب سے اسلامی حکومت کو کوئی نقصان و خطرہ نہیں بلکہ اگر خطرہ ہے تو عوام کے اندر احتساب اور امر بالمعروف کی روح مردہ ہو جانے سے ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خطبہ خلافت میں اعلان فرمایا کہ میری اطاعت و وفاداری اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے مشروط ہے "اگر میں ٹھیک کام کروں تو میری مدد کیجئے اگر غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کر دیجئے۔" حضرت ابو بکر صدیقؓ کا عوام کو احتساب و تنقید کی یہ دعوت دینا (۱۸) فی الحقیقت مطلق العنانیت کی نفی اور جمہور اور جمہوریت کی حوصلہ افزائی ہے یہی وہ عمل ہے جس سے رعایا میں شراکت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہ بنیادی سیاسی اُصول و نظریات ہیں جو سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آج سے چودہ سو سال قبل پیش کیے اور ان پر عمل کر کے دکھایا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خطبہ خلافت میں اپنی حکومت کا منشور اور لائحہ عمل بھی پیش کیا جس کی نشاندہی ذیل میں کی جارہی ہے۔

(الف) امانت و صداقت

خلافت کی بنیاد مکر و فریب، بدعنوانی، بے ایمانی اور امت کو گمراہ کرنے پر ہرگز نہیں ہوگی بلکہ اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں امانت اور صداقت پر ہوگی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اعلیٰ ترین مناصب پر فائز ریاستی ذمہ دار جب ان غیر اخلاقی کاموں میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو وہ عوام کا اعتماد کھو دیتے ہیں عوام اور حکمرانوں میں خلیج بڑھ جاتی ہے جو بے یقینی اور انتشار کو جنم دیتی ہے اور حکومت و ریاست کمزور ہو جاتی ہے سیدنا ابوبکر صدیق نے خلافت کا اولین منشور صداقت و سچائی کو قرار دیا بالفاظ دیگر خلافت کے وسائل امانت و دیانت کے اصول کے مطابق بروئے کار لائے جائیں گے۔ (۱۹)

(ب) مستضعفین کی حمایت

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ظالم اور طاقتور کے مقابلے میں مظلومین و مستضعفین کی حمایت و پشتیبانی کو اپنی خلافت کے منشور کا دوسرا نکتہ قرار دیا اور اس کے حصول کی آخری حد تک جانے کے لیے غیر متزلزل یقین و اعتماد کا اظہار بھی کیا دوسرے لفظوں میں سماجی و معاشی اور معاشرتی اثر و رسوخ کی بنیاد پر حکومتیں اور حکمراں کمزوروں کو نظر انداز کر دیتی ہیں جبکہ قانون نافذ کرنے والے ادارے بھی اسی طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خطبہ میں دوٹوک الفاظ میں کہا یہ پالیسی ہرگز نہیں چلے گی کہ طاقتور، کمزور پر ظلم کرے اور خلیفہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھا رہے بلکہ کمزوروں کے حقوق کے تحفظ کے لیے تمام اقدامات بروئے کار لائے جائیں گے۔ (۲۰)

(ج) جہاد فی سبیل اللہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ترک جہاد کو امت کے زوال وانحطاط اور ذلت وپستی کا باعث قرار دیتے ہوئے فرمایا اللہ کی راہ میں ترک جہاد عذاب وذلت کی دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اگر اسلامی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ترک جہاد کے نتیجے میں مسلمانوں کو استعماری طاقتوں نے غلام بنایا اور وہ دنیا میں مغلوب ومحکوم اور ذلیل وخوار ہوگئے اور جب انہوں نے علم جہاد بلند کیا ترقی وسربلندی نے ان کے قدم چومے۔ اس لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جہاد کو خلافت کا بنیادی منشور قرار دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خطبۂ خلافت میں امت کو ترکِ جہاد کے نتائج سے خبردار کیا اور کہا کہ ''جو قوم اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے۔'' اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے اسلامی حکومت کے دشمنوں سے جنگ کو جہاد کہتے ہیں۔ مسلمانوں پر جہاد فرض ہے اور جہاد سے پیچھے رہنا اور اس سے گریز کرنا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: اِلَّا تَنفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيمًا ''اگر تم نہ نکلو گے تو خدا تمہیں دردناک عذاب دے گا'' (۲۱)۔ جہاد کے دو اہم مقاصد بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے چاہئیں۔ اول یہ کہ مسلمانوں پر غیر مسلموں کے ظلم وستم سے نجات کے لیے جہاد ضروری ہے (۲۲) اور دوم یہ کہ حق کی دعوت قبول کرنے والوں کی راہ میں مزاحم فتنہ پرور قوتوں کے ظلم وستم سے نجات اور عادلانہ نظام کے لیے جہاد کا راستہ اختیار کیا جائے۔ یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے۔ (۲۳) اسی طرح فرضیتِ جہاد کے بارے میں احادیث بھی مروی ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکہ کے موقع پر فرمایا:

> ''فتح کے بعد ہجرت نہیں، البتہ جہاد اور نیت ہے، اس لیے جب تمہیں جہاد کے لیے روانگی کا حکم ملے تو روانہ ہو جاؤ''۔ (۲۴)

جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ الحق اور بلادِ مفتوحہ کے لوگوں میں حق وعدل پھیلانا ہے اور زیادہ جامع الفاظ میں مقصدِ جہاد یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو ظلم وستم کے اندھیروں اور فکر وعمل کی گمراہیوں سے نجات دلائی جائے۔ دراصل جہاد ہی وہ عظیم الشان فریضۂ ملی ہے جو نہ صرف نظامِ ملت کے قیام اور بقاء واستحکام کے لیے بلکہ فلاحِ انسانیت کے لیے ازبس ضروری ہے۔ اسی بناء پر اسلام میں جہاد کو جو عظیم الشان مرتبہ حاصل ہے وہ دوسرے اعمال کو نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اسی عمل کو مسلمانوں کے لیے ذریعہ نجات قرار دیا ہے:

> ''کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے تم میں جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو ممیّز نہیں کیا۔'' (آل عمران)

ملتِ اسلامیہ کی حیاتِ اجتماعیہ کی روح جہاد ہے۔ جس طرح جسم کی حس وحرکت روح کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی اسی طرح جسدِ ملت کی زندگی اور اس کی نشوونما جہاد کے سوا ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ترکِ جہاد کو ہلاکت سے تعبیر کیا ہے:

’’اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلو گے تو خدا تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو اٹھائے گا اور تم خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔‘‘ (التوبہ:۳۹)

’’تم اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔‘‘ (البقرہ:۱۹۵)

ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا:

’’جب لوگ درہم و دینار کے حریص ہو جائیں اور جنسیں بازار میں آنے سے پہلے ہی بیع کرنے لگیں اور بیلوں کی دمیں پکڑ لیں (یعنی کھیتی باڑی میں منہمک ہو جائیں اور جہاد کو چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت آزمائش مسلط کر دے گا اور اس وقت تک نہ نکل سکیں گے جب تک اپنے دین کی طرف نہ لوٹ کر آئیں گے (یعنی جہاد کو قائم نہ کریں گے)۔‘‘

قرآن اور حدیث میں ترکِ جہاد کو وجہ ہلاکت اور ابتلا و آزمائش اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ خدائے قدوس نے امتِ مسلمہ کو ایک بلند تر مقصد کے لیے چنا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے سرفروشانہ جدوجہد کرنا اس کی حیاتِ اجتماعیہ کا امتیاز ہے، یعنی ملتِ اسلامیہ کے قومی تشخص اور ہیئتِ ملی کے قیام اور بقا کا انحصار جہاد پر ہے اور آج اس کے سوا دنیا میں امتِ مسلمہ کا حقیقی وجود ممکن نہیں ہے۔ عالمِ اسلام خوف و رجاء، امید و بیم اور جن اندوہناک مصائب و آلام سے دوچار ہے اس کا سبب سوائے ترکِ جہاد کے اور کیا ہے؟ ترکِ جہاد ہی کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمانانِ عالم تعداد، جغرافیائی محلِ وقوع اور قدرتی ذرائع پیداوار کے اعتبار سے دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہونے کے باوجود ہنود و یہود کے مقابلے میں ان کا سیاسی موقف اور ملی شعور کس قدر کمزور ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب تک مسلمان جذبۂ جہاد سے سرشار اور میدانِ جہاد میں سرگرم عمل رہے اسلام کا پھریرا سارے جہاں میں لہراتا رہا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خطبۂ خلافت میں ترکِ جہاد کے مضمرات کی طرف اس لیے متوجہ کیا اور زور دیا کہ اگر وہ ہلاکت اور ابتلا و آزمائش سے بچنا چاہتے ہیں اور دنیا و آخرت میں فلاح و نجات چاہتے ہیں تو جہاد کا راستہ ترک کرنے کی بجائے جہاد سے اپنا رشتہ مضبوط کریں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ڈھائی سالہ عہد خلافت جہاد فی سبیل اللہ کی تاریخ سے عبارت ہے آپ نے جہاد کے جس جذبہ کو مسلمانوں میں مہمیز دی اسی کا نتیجہ تھا کہ ملتِ اسلامیہ کی عظمت عروج کی انتہائی سربلندی تک پہنچی۔

(د) فواحشات و منکرات

معاشرتی اصلاح کے حوالے سے آپؐ نے امت کو خبردار کیا کہ ’’جس قوم میں فواحش پھیل جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر مصائب نازل فرما دیتا ہے‘‘۔ فواحش کا اطلاق تمام بیہودہ اور شرمناک افعال پر ہوتا ہے۔ ہر وہ برائی جو اپنی ذات میں قبیح ہو فحش ہے، مثلاً بخل، زنا، برہنگی و عریانی عمل قوم لوط، محرمات سے نکاح کرنا، چوری، شراب نوشی، بھیک مانگنا، گالیاں بکنا اور بدکلامی کرنا وغیرہ۔ اسی طرح علی الاعلان برے کام کرنا اور برائیوں کو پھیلانا بھی فحش ہے مثلاً جھوٹا پروپیگنڈہ، تہمت تراشی،

پوشیدہ جرائم کی تشہیر، بدکاریوں پر ابھارنے والے افسانے، ڈرامے اور فلم، عریاں تصاویر، عورتوں کا بن سنور کر منظرِ عام پر آنا، علی الاعلان مردوں اور عورتوں کے درمیان اختلاط ہونا وغیرہ یہ فواحش وہ برائیاں ہیں جو انفرادی حیثیت سے افراد کو اور اجتماعی حیثیت سے پورے معاشرے کو خراب کر دیتی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اخلاقی و معاشرتی اصلاح پر مبنی جو سیاسی پروگرام اپنے خطبہ میں پیش کیا اس پر پوری طرح عمل کر کے دکھایا۔ آپؓ کے عہدِ خلافت میں معاشرہ حق و صداقت کا علمبردار اور ہر طرح کے فواحش سے پاک رہا۔ آج ایسے ہی سیاسی پروگرام کی ضرورت ہے اور ملتِ اسلامیہ کے رہنماؤں اور سیاستدانوں کے لیے لمحہ فکریہ بھی ہے کہ وہ اپنے اپنے معاشروں کو، جہاں سچائی ناپید اور فواحش کا سیلاب اسلامی اقدار کو تباہ کر رہا ہے، وہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ بات اظہر من الشمّس ہے کہ ملتِ اسلامیہ پر مصائب اور ابتلا جھوٹ اور فواحش کا نتیجہ ہے اور ان مصائب اور ابتلاء سے نکلنے کا وہی راستہ ہے جس کی طرف خلیفۂ اول نے نشاندہی کی ہے۔ یعنی جھوٹ اور فواحش سے اجتناب۔

(ہ) اقامت الصلوٰۃ

"اُٹھو اور نماز پڑھو"، یہ ابوبکر صدیقؓ کے خطبہ کے آخری الفاظ ہیں۔ یہ حکومت و خلافت کے اولین مقاصد اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کی طرف اشارہ ہے جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تذکیر فرمائی۔ (۲۵)

اختتامیہ:

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خطبۂ خلافت حکومت کے آغاز کی ایک عمدہ اور احسن روایت ہے جو کسی نہ کسی صورت میں جاری و ساری ہے اس روایت کی رو سے سربراہ مملکت اپنے نظریہ اور منصوبہ لائحہ عمل کا امت کے روبرو اعلان کرتا ہے اس اعلان کی حیثیت امت کے ساتھ ایک عہد اور حلف کی ہے۔ یہ خطبہ ایک اہم سیاسی دستاویز اور نظری و عملی سیاست کا منشور بھی ہے جو حکمرانوں کے لیے آج بھی رہنما اُصول کی حیثیت رکھتا ہے۔

مراجع و حواشی

(۱) خطبہ کا مادہ خ ط ب ہے۔ اصفہانی، امام راغب، مفردات القرآن ترجمہ مولانا عبداللہ فیروز پوری، شیخ شمس الحق، ص ۳۰۴، لاہور، ۱۹۸۷ء

(۲) اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، ص ۹۵۴۔۹۵۵، لاہور، ۱۹۷۳

(۳) وہ خطیب جو اسلام سے قبل فنِ خطابت میں مہارت رکھتے تھے ان میں قس بن ساعدۃ الایادی جو عرب میں سب سے ممتاز، قادر الکلام، شعلہ بیان مقرر تھا فصاحت و بلاغت اور زبان پر پوری قدرت رکھنے کی وجہ سے اس کی مثال دی جاتی تھی۔ خطبوں اور تقریروں میں اما بعد کہنے کا رواج بھی اسی سے منسوب کیا جاتا ہے، اکثم بن صیفی ......دور جاہلیت میں اپنے زور بیان، قوتِ خطابت میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا اپنے خطبوں میں مختصر جملے کہنے میں کمال رکھتا تھا اس کا اسلوب خطابت سننے والوں کا دل موہ لیتا تھا جبکہ عمرو بن معدی کرب

الزبیدی تلوار کے ساتھ گفتار کا بھی دھنی تھا مقررین اور شعراء کی صفِ اول میں شمار ہوتا تھا، ندوی، عبدالحلیم، عربی ادب کی تاریخ، ص۹۰۔۹۷، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۱۹۸۸

(۴) بریلوی، شمس، سرورکونین کی فصاحت، ص۲۸۱۔۲۸۲، مدینہ پبلشنگ کراچی، ۱۹۸۴ (۵) بریلوی ص۲۸۳

(۶) بریلوی ص۲۸۳ (۷) بریلوی ص۲۸۳ (۸) صدیقی، علی محسن، الصدیق، قرطاس، ص۷۱، کراچی، ۲۰۰۲ء

(۹) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وہ خطبہ قابل ذکر ہے جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر مسلمانوں کو تسلی و تشفی اور صبر و تحمل کے لیے دیا قرآن کی روشنی میں اس خطبہ میں وہ حقائق بیان کیے جس نے مسلمانوں کے غم و اندوہ کے سیل رواں کے آگے بند باندھنے کا کام کیا آپؓ نے فرمایا......اے لوگو! جو شخص محمد کو پوجتا تھا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں لیکن جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ یقیناً زندہ ہے اور اس پر کبھی موت وارد نہ ہوگی اس کے بعد قرآن کی یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل (کفر کی جانب) پھر جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے وہ اللہ کو ذرا سا بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا ارعنقریب اللہ شکر گزار بندوں کو نیک بدلہ دے گا۔ ہیکل، محمد حسین، ابوبکر سیرت ابوبکر، صدیق اکبر، ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی، ص۷۱، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ۱۹۸۷ (۱۰) طبری، محمد بن جریر، ابوجعفر، تاریخ الرسل، ج۳، ص۲۱۰، مصر، ۱۹۶۰

(۱۱) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر ابوالغداء، البدایہ والنہایہ، ج۵ ص۲۴۸

(۱۲) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، خلافت و ملوکیت، ص۸۸، ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۲

(۱۳) اصلاحی، مولانا امین احسن، اسلامی ریاست، ص۳۰۵، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، ۱۹۷۷

(۱۴) عثمانی، مفتی محمد تقی، اسلام اور سیاسی نظریات، ص۱۹۵، مکتبہ معارف اسلامی، کراچی، ۲۰۱۰ء

(۱۵) ابوداؤد، کتاب الخراج والفئ الامارۃ (۱۶) صحیح بخاری، کتاب ایمان وحدیث ۶۶۲۲

(۱۷) مسلم، (باب کراہتہ الامارۃ بغیر ضرورۃ) (۱۸) عثمانی، ص۲۸۶

(۱۹) مودودی، ص۹۲ (۲۰) اصلاحی، ص۳۶۷۔۳۶۸ (۲۱) التوبہ:۲۱

(۲۲) ''ان لوگوں سے اللہ کے راستے میں جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں، اور زیادتی نہ کرو، یقین جانو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔ النساء:۷۵

(۲۳) ''اور (مسلمانو!) ان کافروں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور اطاعت پوری کی پوری اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر یہ باز آ جائیں تو ان کے اعمال کو اللہ خوب دیکھ رہا ہے''۔ الانفال:۳۹ (۲۴) بخاری کتاب الجہاد

(۲۵) بادی النظر میں یہ محض نماز کی ادائیگی کا حکم ہے تاہم نماز اور زکوٰۃ کے نظام کا قیام اسلامی ریاست کے اولین مقاصد میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اقتدار کو نماز اور زکوٰۃ کے نظام کی تنفیذ سے مشروط اور فلاح و نجات کا ذریعہ قرار دیا۔ لقمان:۵

تقویٰ اور تحفظِ حقوقِ انسانی

گل قدیم جان *

ABSTRACT:

Human being, since existence, has been facing various problems. Human Intellect has thought many remedies and plans to resolve these problems. Preservation of Human rights is one of the most important of all these problems. Man on his own part, made his efforts to address the issue of human rights, but in vain.
Havoc caused by the Second World War compelled the nations to establish UNO to avoid blood shed on such a large scale.
UNO, in this context, tried to safeguard the human rights and declared Universal Declaration of the Human Rights but in vain.
As a matter of fact, the edifice of successsful life stands erect on obeying the ways of Allah.The atmosphere of peace and serenity prevails in the society when the people possess remarkable attribute of piety.
In this essay an attempt has been made to throw light on this reality.

ہر دور کے اپنے مسائل اور ضروریات ہوتی ہیں، اور ان کے حل کرنے کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ان سے بحث کر کے ان کا حل نکالا جائے، آج کے ترقی یافتہ دور کے انہی مسائل میں ایک سلگتا ہوا مسئلہ انسانی حقوق کے تحفظ کا ہے گو کہ مادی لحاظ سے دنیا کمال پر پہنچ چکی ہے، مگر معاشرتی لحاظ سے انسانی اقدار زوال کا شکار ہیں انسانیت خود غرضی کی وجہ سے حیوانیت اور درندگی کی طرف بڑھ رہی ہے اور انسان باہمی محبت، اخوت اور ہمدردی کی بجائے خود اپنے ہی بھائی بندوں کا خون چوس رہا ہے۔ ان کی آزادی کو سلب کر رہا ہے دوسرے حقوق کے ساتھ ساتھ ان کو حق زندگی سے محروم کرنے کے لیے قسم قسم کے مہلک ہتھیار تیار کر رہا ہے۔ وہ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ دوسرے بھی میری ہی طرح کے انسان ہیں، اور انہیں بھی میری طرح جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر انسانی حقوق کے علمبردار، حقوق کے نام پر انسان سے اس کے بنیادی حقوق بھی چھین رہے ہیں۔

ان حالات میں انسانیت پریشان ہے کہ کیسے ایک فرد کے بنیادی انسانی حقوق کو تحفظ ملے تاکہ انسان سکھ کا سانس لے سکے وہ کبھی مذہب کے علمبرداروں کی طرف دیکھتی ہے تو کبھی لامذہب لوگوں کی طرف، لیکن انہیں کہیں سے بھی اپنے دکھ درد کا مداوا نہیں ملتا۔ ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ انسانیت رب العالمین کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرے۔

* ڈاکٹر، اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی وینسم کالج، ڈیرہ اسماعیل خان برقی پتا: gulqadeem@gmail.com
تاریخِ موصولہ: ۲/اپریل ۲۰۱۲ء

کیونکہ ربانی تعلیمات میں بنیادی انسانی حقوق اوران کے تحفظ کے احکام اور طریقے بتائے گئے ہیں ان ہی احکام میں ایک ''حصول تقویٰ'' کا ہے اگر بنی نوع انسان " تقویٰ " کی صفت سے متصف ہو جائے تو ان کے حقوق کو تحفظ مل سکتا ہے۔

لفظ تقویٰ کی لغوی تحقیق:

تقویٰ دراصل عربی زبان کا لفظ ہے لیکن اردو، بنگلہ، پشتو اور سندھی زبانوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جبکہ بلوچی زبان میں پرہیز اور پنجابی اور کشمیری زبانوں میں پرہیز گاری کا لفظ تقویٰ کے لیے مستعمل ہے۔(۱)

مادہ یا حروف اصلی کے لحاظ سے وَقیٰ سے ہے وَقیٰ یَقِی و قیاً جس کے معنی ہے بچانا، محفوظ رکھنا۔(۲)

پھر وَقیٰ سے اِتّقیٰ جس کے معنی کسی چیز کے ذریعے اپنا بچاؤ کرنا یعنی کسی چیز کو دوسری چیز سے حفاظت کا ذریعہ بنانا یا پرہیز کرنا یا خوف کرنا۔(۳)

لفظ تقویٰ اِتّقیٰ سے اسم ہے اور لغوی اعتبار سے تقویٰ کا مفہوم عبدالرشید نعمانی نے یوں بیان کیا ہے کہ نفس کا اس چیز سے بچانا اور حفاظت میں رکھنا جس کا خوف ہو۔لیکن کبھی کبھی خوف کو تقویٰ سے اور تقویٰ کو خوف سے بھی موسوم کرتے ہیں جس طرح سے کہ سبب بول کر مسبب اور مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔(۴)

بعض دوسرے اہل لغت نے درج ذیل معنی بیان کیے ہیں۔ پرہیز گاری، بچنا، نیکی و ہدایت کی راہ، خدا کا خوف، پارسائی، اپنے آپ کو گناہ سے بچانا، بچ بچ کے چلنا۔(۵)

مولانا مفتی محمد شفیع نے لکھا ہے کہ لفظ تقویٰ اصل عربی میں بچنے اور اجتناب کرنے کے معنی میں آتا ہے اس کا ترجمہ ڈرنا بھی اس مناسبت سے کیا جاتا ہے کہ جن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ڈرنے ہی کی چیزیں ہوتی ہیں یا کہ ان سے عذاب الٰہی کا خطرہ ہے۔(۶)

تقویٰ کے اصطلاحی معنی:

شرعی لحاظ سے تقویٰ کے معنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا یا خوف ہے۔(۷)

مولا عاشق الٰہی بلندشہری نے لکھا ہے کہ تقویٰ صغیرہ و کبیرہ، ظاہرہ و باطنہ گناہوں سے بچنے کا نام ہے۔(۸)

عبدالحفیظ بلیاوی نے تقویٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ " تقویٰ پرہیز گاری" اللہ تعالیٰ کا خوف اور اسکی اطاعت کے مطابق عمل کو کہتے ہیں۔(۹)

علامہ زمخشری کے مطابق تقویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرنا اور اس کے احکامات کی نافرمانی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اور ایسے کاموں سے اپنے آپ کو بچانا جو اس کی منشا کے خلاف ہوں۔(۱۰)

عبدالرشید نعمانی نے تقویٰ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ "عرف شرع میں تقویٰ نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام ہے جو گناہ کی طرف لے جائے یہ ممنوعات کے اجتناب سے حاصل ہوتی ہے مگر اس کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب بعض مباحات کو بھی ترک کر دیا جائے۔(۱۱)